پطرس بُخاری

(۱۸۹۸ء۔۱۹۵۸ء)

پطرس بخاری اردو ادب کے ممتاز مزاح نگار، ادیب، مترجم اور ریڈیو پاکستان کے نامور براڈ کاسٹر تھے۔ ان کا اصل نام ''سیّد احمد شاہ'' تھا لیکن وہ ''پطرس بخاری'' کے قلمی نام سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی جائے پیدائش پشاور میں حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے انگریزی ادب میں ماسٹر کیا اور طلائی تمغا حاصل کرنے میں کام یاب ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کی خاطر انگلستان روانہ ہوئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور جیسے تاریخی ادارے میں انگریزی زبان و ادب کی تدریس کا موقع ملا۔ بعد میں وہ ریڈیو یعنی آواز کی دنیا سے وابستہ ہوگئے اور یہاں اپنی لیاقت اور تجربے کی بنیاد پر ترقی کرتے ہوئے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے تک جا پہنچے۔

پطرس بخاری ذہین، حاضر جواب اور خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی تحریریں اور تقریریں دونوں ہی دل چسپ اور متاثر کن تھیں۔

پطرس بخاری کو مزاح نگاروں کا شہزادہ کہا جاتا ہے۔ ان کی تحریروں میں شگفتگی، ظرافت اور گہرائی پائی جاتی ہے۔ ان کے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ''پطرس کے مضامین'' اردو مزاح نگاری کا شاہ کار تصور ہوتا ہے۔ ان کے یہ مضامین بے حد ہلکے پھلکے ہیں جن میں روز مرّہ زندگی کے معمولات کو نہایت دل چسپ اور طنز و مزاح کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ان کی تحریروں میں انگریزی ادب کے اثرات کافی نمایاں ہیں۔

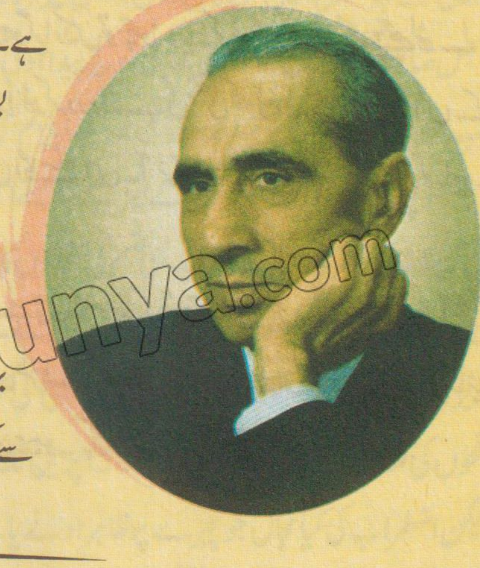

پطرس بخاری کا انتقال ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو نیو یارک، امریکا میں ہوا، جہاں وہ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔

پطرس بخاری کی تحریریں، آج بھی اردو ادب کے طلبہ اور قارئین کے لیے بہت خاص ہیں۔ ان کا نام اردو مزاح نگاری کی روایت میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

7

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو پطرس بخاری کے مزاحیہ مضامین کی انفرادیت اور اسلوبِ بیان سے روشناس کرانا
- مزاح کی ادبی اہمیت اور معاشرتی رویّوں پر تنقید کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا
- طلبہ میں طنز و مزاح کے ذریعے سے معاشرتی مسائل پر تنقیدی سوچ پیدا کرنا

گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی طرف دوڑتا ہے۔ ہماری جو شامت آئی تو ایک دن اپنے پڑوسی لالہ کرپا شنکر جی برہمچاری سے برسبیلِ تذکرہ کہہ بیٹھے کہ ''لالہ جی! امتحان کے دن قریب آتے جاتے ہیں، آپ سحر خیز ہیں، ذرا ہمیں بھی صبح جگا دیا کیجیے۔''

وہ حضرت بھی معلوم ہوتا ہے نفلوں کے بھوکے بیٹھے تھے۔ دوسرے دن اُٹھتے ہی انھوں نے ایشور کا نام لے کر ہمارے دروازے پر مُکّا بازی شروع کر دی۔ کچھ دیر تک تو ہم سمجھے کہ عالمِ خواب ہے۔ ابھی سے کیا فکر، جاگے تو لاحول پڑھ لیں گے لیکن یہ گولہ باری، لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی گئی۔ اور صاحب جب کمرے کے چوبی دروازے لرزنے لگے، صراحی پر رکھا گلاس جل ترنگ کی طرح بجنے لگا اور دیوار پر لٹکا ہوا کیلنڈر پنڈولم کی طرح ہلنے لگا تو بیداری کا قائل ہونا ہی پڑا۔ مگر اب دروازہ ہے کہ لگاتار کھٹکھٹایا جا رہا ہے۔ میں کیا میرے آبا و اجداد کی روحیں اور میری قسمتِ خوابیدہ تک جاگ اُٹھی ہوگی۔ بہتیرا آوازیں دیتا ہوں۔ ''اچھا!۔۔۔ اچھا!۔۔۔ تھینک یو!۔۔۔ جاگ گیا ہوں!۔۔۔ بہت اچھا! نوازش ہے!'' آنجناب ہیں کہ سنتے ہی نہیں۔ خدایا کس آفت کا سامنا ہے؟ یہ سوتے کو جگا رہے ہیں یا مُردے کو جلا رہے ہیں؟ اور حضرت عیسیٰؑ بھی تو بس واجبی طور پر ہلکی سی آواز میں ''قُم'' کہہ دیا کرتے ہوں گے، زندہ ہو گیا تو ہو گیا، نہیں تو چھوڑ دیا۔ کوئی مُردے کے پیچھے لٹھ لے کے پڑ جایا کرتے تھے؟ توپیں تھوڑی داغا کرتے تھے؟ تو بھلا ہم سے کیسے ہو سکتا تھا کہ اُٹھ کر دروازے کی چٹخنی کھول دیتے، پیشتر اس کے کہ بستر سے باہر نکلیں، دل کو جس قدر سمجھانا بجھانا پڑتا ہے، اس کا اندازہ کچھ اہلِ ذوق ہی لگا سکتے ہیں۔ آخر کار جب لیمپ جلایا اور ان کو باہر سے روشنی نظر آئی، تو طوفان تھما۔

اب جو ہم کھڑکی میں سے آسمان کو دیکھتے ہیں تو جناب ستارے ہیں کہ جگمگا رہے ہیں! سوچا کہ آج پتا چلائیں گے، یہ سورج آخر کس طرح سے نکلتا ہے لیکن جب گھوم گھوم کر کھڑکی میں سے اور روشن دان میں سے چاروں طرف دیکھا اور بزرگوں سے صبحِ کاذب کی جتنی نشانیاں سنی تھیں، ان میں سے ایک بھی کہیں نظر نہ آئی، تو فکر سی لگ گئی کہ آج کہیں سورج گرہن نہ ہو۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا، تو پڑوسی کو آواز دی:

''لالہ جی!۔۔۔ لالہ جی!''

جواب آیا، ''ہوں۔''

میں نے کہا: ''آج یہ کیا بات ہے۔ کچھ اندھیرا اندھیرا سا ہے؟''

کہنے لگے، ''تو اور کیا تین بجے ہی سورج نکل آئے؟''

تین بجے کا نام سن کر ہوش گم ہوگئے، چونک کر پوچھا، ''کیا کہا تم نے؟ تین بجے ہیں؟''

کہنے لگے، ''تین ۔۔۔ تو ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ کچھ سات ۔۔۔ ساڑھے سات ۔۔۔ منٹ اوپر تین ہیں۔''

میں نے کہا، ''ارے کم بخت! خدائی فوج دار! بدتمیز کہیں کے! میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ صبح جگا دینا، یا یہ کہا تھا کہ سرے سے سونے ہی نہ دینا؟ تین بجے جاگنا بھی کوئی شرافت ہے؟ ہمیں تو نے کوئی ریلوے گارڈ سمجھ رکھا ہے؟ تین بجے ہم اُٹھ سکا کرتے تو اس وقت دادا جان کے منظورِ نظر نہ ہوتے؟ ابے احمق کہیں کے! تین بجے اُٹھ کے ہم زندہ رہ سکتے ہیں؟ امیر زادے ہیں، کوئی مذاق ہے! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔''

دل تو چاہتا تھا کہ عدم تشدد و شدد کو خیر باد کہ دوں لیکن پھر خیال آیا کہ بنی نوع انسان کی اصلاح کا ٹھیکہ کوئی ہمیں نے لے رکھا ہے؟ ہمیں اپنے کام سے غرض۔ لیمپ بجھایا اور بڑبڑاتے ہوئے پھر سو گئے۔ اور پھر حسبِ معمول نہایت اطمینان کے ساتھ بھلے آدمیوں کی طرح دس بجے اُٹھے، بارہ بجے تک منھ ہاتھ دھویا اور چار بجے چائے پی کر ٹھنڈی سڑک کی سیر کو نکل گئے۔

شام کو واپس ہاسٹل میں وارد ہوئے۔ جوشِ شباب تو ہے ہی اس پر شام کا ارمان انگیز وقت، ہوا بھی نہایت لطیف تھی، طبیعت بھی ذرا مچلی ہوئی تھی۔ ہم ذرا ترنگ میں گاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے:

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے!

کہ اتنے میں پڑوسی کی آواز آئی، ''مسٹر!''

ہم اس وقت ذرا چٹکی بجانے لگے تھے۔ بس انگلیاں وہیں پر رُک گئیں اور کان آواز کی طرف لگ گئے۔ ارشاد ہوا: ''یہ آپ گا رہے ہیں؟'' (زور ''آپ'' پر)

میں نے کہا ''اجی! میں کس لائق ہوں۔ لیکن خیر فرمائیے؟'' بولے، ''ذرا ۔۔۔ وہ میں ۔۔۔ میں ڈسٹرب ہوتا ہوں۔''

بس صاحب، ہم میں جو موسیقیت کی روح پیدا ہوئی تھی فوراً مر گئی۔ دل نے کہا، ''او نابکار انسان! دیکھ پڑھنے والے یوں پڑھتے ہیں۔'' صاحب، خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعا مانگی کہ ''خدایا ہم بھی اب باقاعدہ مطالعہ شروع کرنے والے ہیں۔ ہماری مدد کر اور ہمیں ہمت دے۔''

آنسو پونچھ کر اور دل کو مضبوط کر کے میز کے سامنے آ بیٹھے، دانت بھینچ لیے، نکٹائی کھول دی، آستینیں چڑھا لیں، لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کریں کیا؟ سامنے سرخ، سبز، زرد سب ہی قسم کی کتابوں کا انبار لگا تھا۔ اب ان میں سے کون سی پڑھیں؟ فیصلہ یہ ہوا کہ پہلے کتابوں کو ترتیب سے میز پر لگا دیں کہ باقاعدہ مطالعہ کی پہلی منزل یہی ہے۔

بڑی تقطیع کی کتابوں کو علیحدہ رکھ دیا۔ چھوٹی تقطیع کی کتابوں کو سائز کے مطابق الگ قطار میں کھڑا کر دیا۔ ایک نوٹ پیپر پر ہر ایک کتاب کے صفحوں کی تعداد لکھ کر سب کو جمع کیا، پھر ۱۵۔ اپریل تک کے دن گنے۔ صفحوں کی تعداد کو دنوں کی تعداد پر تقسیم کیا۔ ساڑھے پانچ سو جواب آیا، لیکن اضطراب کی کیا مجال جو چہرے پر ظاہر ہونے پائے۔ دل میں کچھ تھوڑا سا پچھتائے کہ صبح تین بجے ہی کیوں نہ اُٹھ بیٹھے لیکن کم خوابی کے طبّی پہلو پر غور کیا تو فوراً اپنے آپ کو ملامت کی۔ آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ تین بجے اُٹھنا تو لغو بات ہے البتہ پانچ، چھے، سات بجے کے قریب اُٹھنا معقول ہوگا۔ صحت بھی قائم رہے گی اور امتحان کی تیاری بھی باقاعدہ ہوگی۔ ہم خرما و ہم ثواب!

www.ilmkidunya.com

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ سویرے اُٹھنا ہو تو جلدی ہی سو جانا چاہیے۔ کھانا باہر سے ہی کھا آئے تھے۔ بستر میں داخل ہو گئے۔ چلتے چلتے خیال آیا، کہ لالہ جی سے جگانے کے لیے کہہ ہی نہ دیں؟ یوں تو ہماری اپنی قوتِ ارادی کافی زبردست ہے، جب چاہیں اُٹھ سکتے ہیں، لیکن پھر بھی کیا حرج ہے؟

ڈرتے ڈرتے آواز دی، ''لالہ جی!''

انھوں نے پتھر کھینچ مارا ''یس!''

ہم اور بھی سہم گئے کہ لالہ جی کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں، تُتلا کے درخواست کی کہ ''لالہ جی! صبح آپ کو بڑی تکلیف ہوئی، مَیں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ کل اگر ذرا مجھے چھے بجے یعنی جس وقت چھے بجیں۔۔۔''

جواب ندارد۔

میں نے پھر کہا، ''جب چھے بج چکیں تو۔۔۔ سنا آپ نے؟''

چُپ۔

''لالہ جی!''

کڑکتی ہوئی آواز نے جواب دیا: ''سُن لیا سُن لیا، چھے بجے جگادوں گا۔ تھری گاما پلس ایکس پلس۔۔۔''

ہم نے کہا، ''ب۔۔۔ ب۔۔۔ ب۔۔۔ بہت اچھا۔ یہ بات ہے۔''

توبہ! خدا کسی کا محتاج نہ کرے۔

لالہ جی آدمی بہت شریف ہیں۔ اپنے وعدے کے مطابق دوسرے دن صبح چھے بجے انھوں نے دروازے پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ ان کا جگانا تو محض ایک سہارا تھا ہم خود ہی انتظار میں تھے کہ یہ خواب ختم ہولے تو بس جاگتے ہیں۔ وہ نہ جگاتے تو میں خود ایک دو منٹ کے بعد آنکھیں کھول دیتا۔ بہر صورت جیسا کہ میرا فرض تھا، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے اس شکل میں قبول کیا کہ گولہ باری بند کر دی۔

اس کے بعد کے واقعات ذرا بحث طلب سے ہیں اور ان کے متعلق روایات میں کسی قدر اختلاف ہے۔ بہر حال اس بات کا تو مجھے یقین ہے اور میں قسم بھی کھا سکتا ہوں کہ آنکھیں مَیں نے کھول دی تھیں، پھر یہ بھی یاد ہے کہ ایک نیک اور سچّے مسلمان کی طرح کلمۂ شہادت بھی پڑھا۔ پھر یہ بھی یاد ہے کہ اُٹھنے سے پیش تر دیباچے کے طور پر ایک آدھ کروٹ بھی لی، پھر کا نہیں پتا۔ شاید لحاف اوپر سے اتار دیا۔ شاید سر اس میں لپیٹ دیا یا شاید کھانسا کہ خدا جانے یا خراٹا لیا۔ خیر یہ تو یقینی امر ہے کہ دس بجے ہم بالکل جاگ رہے تھے لیکن لالہ جی کے جگانے کے بعد اور دس بجے سے پیش تر خدا جانے ہم پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ نہیں ہمارا خیال ہے پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ بہر صورت یہ نفسیات کا مسئلہ ہے، جس میں نہ آپ ماہر ہیں نہ میں۔ کیا پتا، لالہ جی نے جگایا ہی دس بجے ہو یا اس دن چھے دیر میں بجے ہوں۔ خدا کے کاموں میں ہم آپ کیا دخل دے سکتے ہیں؟ لیکن ہمارے دل میں دن بھر یہ شبہ رہا کہ قصور کچھ اپنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ جناب شرافت ملاحظہ ہو، کہ محض اس شبہ کی بنا پر صبح سے شام تک ضمیر کی ملامت سنتا رہا اور اپنے آپ کو کوستا رہا مگر لالہ جی سے ہنس ہنس کر باتیں کیں، ان کا شکریہ

www.ilmkidunya.com

ادا کیا۔ اور اس خیال سے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو، حد درجے کی طمانیت ظاہر کی کہ آپ کی نوازش سے میں نے صبح کا سہانا اور روح افزا وقت بہت اچھی طرح صَرف کیا ورنہ اور دنوں کی طرح آج بھی دس بجے اٹھتا۔ لالہ جی! صبح کے وقت دماغ کیا صاف ہوتا ہے، جو پڑھو خدا کی قسم فوراً یاد ہو جاتا ہے۔ بھئی! خدا نے صبح بھی کیا عجیب چیز پیدا کی ہے یعنی اگر صبح کے بجائے صبح، صبح شام ہوا کرتی تو دن کیا بری طرح کٹا کرتا۔

لالہ جی نے ہماری اس جادو بیانی کی دادیوں دی کہ آپ پوچھنے لگے، "تو میں آپ کو چھے بجے جگا دیا کروں ناں؟"

میں نے کہا، "ہاں ہاں، واہ! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ بے شک۔"

شام کے وقت آنے والی صبح کے مطالعہ کے لیے دو کتابیں چھانٹ کر میز پر علیحدہ جوڑ دیں۔ کرسی کو چار پائی کے قریب سرکا لیا۔ اووَر کوٹ اور گلو بند کو کرسی کی پُشت پر آویزاں کر دیا۔ کنٹوپ اور دستانے پاس ہی رکھ لیے۔ دیا سلائی کو تکیے کے نیچے ٹٹولا۔ تین دفعہ آیت الکرسی پڑھی اور دل میں نہایت ہی نیک منصوبے باندھ کر سو گیا۔

صبح لالہ جی کی پہلی دستک کے ساتھ ہی جھٹ آنکھ کھل گئی۔ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ لحاف کی ایک کھڑکی میں سے ان کو "گُڈ مارننگ" کیا، اور نہایت بیدارانہ لہجے میں کہا نسا، لالہ جی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

ہم نے اپنی ہمت اور اولوالعزمی کو بہت سراہا کہ آج ہم فوراً ہی جاگ اُٹھے۔ دل سے کہا کہ "دل بھیّا! صبح اٹھنا تو محض ذرا سی بات ہے، ہم یوں ہی اس سے ڈرا کرتے تھے۔"

دل نے کہا: "اور کیا؟ تمھارے تو یوں ہی اوسان خطا ہو جایا کرتے ہیں۔"

ہم نے کہا "سچ کہتے ہو یار، یعنی اگر ہم سُستی اور کسالت کو خود اپنے قریب نہ آنے دیں تو ان کی کیا مجال ہے کہ ہماری باقاعدگی میں خلل انداز ہوں۔ اس وقت لاہور شہر میں ہزاروں ایسے کاہل لوگ ہوں گے جو، دنیا و مافیہا سے بے خبر نیند کے مزے اُڑاتے ہوں گے اور ایک ہم ہیں کہ ادائے فرض کی خاطر نہایت شگفتہ طبعی اور غنچہ دہنی سے جاگ رہے ہیں۔ بھئی کیا برخوردار سعادت آثار واقع ہوئے ہیں!"

ناک کو سردی سی محسوس ہونے لگی تو اسے ذرا یوں ہی سا لحاف کی اوٹ میں کر لیا اور پھر سوچنے لگے۔۔۔ "خوب! تو ہم آج کیا وقت پر جاگے ہیں۔ بس ذرا اس کی عادت ہو جائے تو باقاعدہ قرآنِ مجید کی تلاوت اور فجر کی نماز بھی شروع کر دیں گے۔ آخر مذہب سب سے مقدّم ہے۔ ہم بھی کیا روز بروز الحاد کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں، نہ خدا کا ڈر اور نہ رسول کا خوف۔ سمجھتے ہیں کہ بس اپنی محنت سے امتحان پاس کر لیں گے۔ اکبر بے چارہ یہی کہتا کہتا مر گیا لیکن ہمارے کان پر جُوں تک نہ چلی۔۔۔ (لحاف کانوں پر سرک آیا)۔۔۔ تو گویا آج ہم اور لوگوں سے پہلے جاگے ہیں۔۔۔ بہت ہی پہلے۔۔۔ یعنی کالج شروع ہونے سے بھی چار گھنٹے پہلے۔ کیا بات ہے! خداوند، کالج والے بھی کس قدر سُست ہیں۔ ایک مستعد انسان کو چھے بجے تک قطعی جاگ اُٹھنا چاہیے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کالج سات بجے کیوں نہ شروع ہوا کرے۔۔۔ (لحاف سر پر)۔۔۔ "بات یہ ہے کہ تہذیبِ جدید، ہماری تمام اعلیٰ قوّتوں کی بیخ کنی کر رہی ہے۔ عیش پسندی روز بروز بڑھتی جاتی ہے"۔۔۔ (آنکھیں بند)۔۔۔ تو اب چھے بجے ہیں تو گویا تین گھنٹے تو متواتر مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ پہلے کون سی کتابیں پڑھیں۔ شیکسپیئر یا ورڈز ورتھ؟ میں جانوں شیکسپیئر بہتر ہو گا۔ اس کی عظیم الشّان تصانیف میں خدا کی عظمت کے آثار دکھائی دیتے ہیں اور صبح کے وقت اللہ میاں کی یاد سے بہتر چیز کیا ہو سکتی ہے؟ پھر خیال آیا کہ دن کو جذبات کے محشرستان سے شروع کرنا ٹھیک فلسفہ نہیں۔ ورڈز ورتھ پڑھیں۔ اس کے اوراق میں فطرت کو سکون و اطمینان میسّر ہو گا اور دل و دماغ

www.ilmkidunya.com

نیچر کی خاموش دلآویزیوں سے ہلکے ہلکے لطف اندوز ہوں گے۔۔۔ لیکن شیکسپیئر۔۔۔ نہیں ورڈز ورتھ۔۔۔ لیڈی میکبتھ۔۔۔ دیوانگی۔۔۔ سبزہ زار۔۔۔ سنجر سنجر۔۔۔ بادِ بہاری۔۔۔ صید ہوس۔۔۔ کشمیر۔۔۔ میں آفت کا پرکالہ ہوں۔۔۔

یہ مُعمّہ اب مابعد الطّبیعات ہی سے تعلق رکھتا ہے، کہ پھر جو ہم نے لحاف سے سر باہر نکالا اور ورڈز ورتھ پڑھنے کا ارادہ کیا تو وہی دس بج رہے تھے۔ اس میں نہ معلوم کیا بھید ہے!

کالج ہال میں لالہ جی ملے، کہنے لگے: ''مسٹر! صبح میں نے آپ کو پھر آواز دی تھی، آپ نے جواب نہ دیا؟''

میں نے زور کا قہقہہ لگا کر کہا، ''اوہو! لالہ جی یاد نہیں۔ میں نے آپ کو گڈ مارننگ کہا تھا؟ میں تو پہلے ہی سے جاگ رہا تھا۔''

بولے، ''وہ تو ٹھیک ہے لیکن بعد میں۔۔۔ اس کے بعد!۔۔۔ کوئی سات بجے کے قریب، میں نے آپ سے تاریخ پوچھی تھی، آپ بولے ہی نہیں۔''

ہم نے نہایت تعجب کی نظروں سے ان کو دیکھا۔ گویا وہ پاگل ہو گئے ہیں اور پھر ذرا متین چہرہ بنا کر ماتھے پر تیوریاں چڑھائے، غور و فکر میں مصروف ہو گئے۔ ایک آدھ منٹ تک ہم اسی تعمّق میں رہے۔ پھر یکایک ایک مجوبانہ اور معشوقانہ انداز سے مسکرا کے کہا، ''ہاں ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں اس وقت۔۔۔ اے۔۔۔ اے، نماز پڑھ رہا تھا۔''

لالہ جی مرعوب ہو کر چل دیے اور ہم اپنے زہد و تقویٰ کی تسکینی میں سر نیچا کیے کمرے کی طرف چلے آئے۔ اب یہی ہمارا روزمرّہ کا معمول ہو گیا ہے۔ جاگنا نمبر ایک چھے بجے۔ جاگنا نمبر دو دس بجے۔ اس دوران لالہ جی آواز دیں تو نماز!

(پطرس کے مضامین)

مشق

1 سبق کے متن کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i مصنّف نے صبح کے وقت جگانے کے لیے کس سے درخواست کی تھی؟

ii ''وہ حضرت بھی معلوم ہوتا ہے نفلوں کے بھوکے بیٹھے تھے۔'' اِس جملے میں ''نفلوں کا بھوکا'' سے کیا مراد ہے؟

iii ''پڑوسی کی گولہ باری'' سے کیا مراد ہے؟

iv مصنّف کو پہلی مرتبہ کتنے بجے جگایا گیا تھا؟

v ''فلسفۂ عدم تشدّد'' کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

vi مصنّف بھلے آدمیوں کی طرح کس وقت جاگے؟

vii مصنّف نے مطالعے کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا؟

viii مصنّف نے شیکسپیئر اور ورڈز ورتھ کی کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟

ix لالہ جی مصنّف سے کس بات پر مرعوب ہو کر چل دیے؟

www.ilmkidunya.com

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i "گیدڑ کی موت (کم بختی) آتی ہے تو شہر کی طرف دوڑتا (بھاگتا) ہے": قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) محاورہ (ب) روزمرّہ (ج) مقولہ (د) ضرب المثل

ii صراحی پر رکھا گلاس بجنے لگا:

(الف) باجے کی طرح (ب) بانسری کی طرح (ج) جھرنے کی طرح (د) جل ترنگ کی طرح

iii "اس کا اندازہ کچھ اہلِ ذوق ہی لگا سکتے ہیں۔" کے جملے میں "اہلِ ذوق" سے یہاں مراد ہے:

(الف) صبح سویرے جاگنے والے (ب) رات کو سونے والے

(ج) موسیقی کا شوق رکھنے والے (د) کاہلی اور سُستی برتنے والے

iv بزرگوں سے جتنی نشانیاں سنی تھیں:

(الف) چاند گرہن کی (ب) صبحِ کاذب کی (ج) صبحِ صادق کی (د) سورج گرہن کی

v تین بجے جاگنا بھی کوئی:

(الف) تک ہے (ب) وقت ہے (ج) سمجھداری ہے (د) شرافت ہے

vi صفحوں کی تعداد کو دنوں کی تعداد پر تقسیم کیا، جواب آیا:

(الف) تین سَو (ب) چار سَو (ج) ساڑھے چار سَو (د) ساڑھے پانچ سَو

vii بعد کے واقعات ہیں ذرا:

(الف) غور طلب (ب) توجہ طلب (ج) بحث طلب (د) انصاف طلب

3 سبق "سویرے جو کل آنکھ میری کھلی" کے اہم نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 سبق کے متن کے مطابق صحیح/غلط بیانات کی نشان دہی کریں:

i دوسرے دن اٹھتے ہی انھوں نے بھگوان کا نام لے کر ہمارے دروازے پر مُکّا بازی شروع کر دی۔ صحیح ☐ غلط ☐

ii مَیں کیا میرے آباواجداد کی روحیں اور میری قسمتِ خوابیدہ تک جاگ اٹھی ہو گی۔ صحیح ☐ غلط ☐

iii سوچا کہ آج پتا چلائیں گے، یہ چاند اور تارے آخر کس طرح نکلتے ہیں۔ صحیح ☐ غلط ☐

iv جوشِ شباب تو ہے ہی اس پر شام کا کیف آفریں وقت۔ صحیح ☐ غلط ☐

v دانت بھینچ لیے، نکٹائی کھول دی، آستینیں چڑھا لیں لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کریں کیا! صحیح ☐ غلط ☐

www.ilmkidunya.com

5 درج ذیل کے معنی و مفہوم لکھیں اور اپنے جملوں میں استعمال کریں:

ہم خرما و ہم ثواب	نابکار انسان	ہوش گم ہونا	خدائی فوج دار
کم خوابی	جادو بیانی	خلل انداز ہونا	سعادت آثار واقع ہونا

6 سبق "سویرے جو کل آنکھ میری کھلی" میں انگریزی کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان کی نشان دہی کرتے ہوئے فہرست بنائیں۔

7 مغربی تہذیب سے رات کو دیر تک جاگنا اور صبح تاخیر سے بیدار ہونے کا کلچر کس طرح ہمارے معاشرے میں داخل ہوا؟ اس عادت کے نقصانات پر بات چیت کریں۔

8 پطرس بخاری نے اپنے اس مزاحیہ مضمون میں کس طرح نوجوان نسل کی کاہلی، سُستی، مذہب بیزاری وغیرہ جیسی عادات اور رویّوں پر تنقید کی ہے؟

9 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیں۔

"لیکن لالہ جی کے جگانے کے بعد اور دس بجے سے پیش تر خدا جانے ہم پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ نہیں ہمارا خیال ہے پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ بہرصورت یہ نفسیات کا مسئلہ ہے جس میں نہ آپ ماہر ہیں نہ میں۔ کیا پتا، لالہ جی نے جگایا ہی دس بجے ہو یا اس دن چھے دیر میں بجے ہوں۔ خدا کے کاموں میں ہم آپ کیا دخل دے سکتے ہیں۔"

10 درج ذیل پیراگراف کا بغور مطالعہ کریں اور دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں:

پاکستان کے ہر خطّے میں بے شمار مقامی مشاہیر نے علم و ادب، فن اور سماجی خدمات کے شعبوں میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں۔ مثلاً پنجاب سے علامہ اقبالؒ جیسے عظیم شاعر اور مفکر، سندھ سے شہباز قلندرؒ جیسے صوفی بزرگ، بلوچستان سے میر چاکرِ اعظم رند جیسے تاریخی ہیرو اور خیبر پختون خوا سے خوشحال خان خٹک جیسے عوامی رہنما اور شاعر پیدا ہوئے۔ یہ مشاہیر نہ صرف اپنے علاقوں کا فخر اور سرمایہ ہیں بلکہ پورے ملک کے ثقافتی ورثے کی شناخت بھی ہیں۔ ان کی زندگیوں سے ہمیں عزم و ہمت، محنت اور قومی یک جہتی کا سبق ملتا ہے۔

سوالات

(۱) مشاہیر سے کیا مُراد ہے؟

(۲) علّامہ اقبالؒ کی وجہ شہرت کیا ہے؟

(۳) خوشحال خان خٹک کون ہیں اور ان کا تعلق کس صوبے سے ہے؟

(۴) مشاہیر کی زندگیوں سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(۵) پاکستان کے چند اہم مشاہیر کے نام لکھیں۔

www.ilmkidunya.com

تراکیبِ نحوی

ترکیبِ نحوی سے مراد کسی جملے کے اجزا کو الگ الگ کرنا اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنا ہے۔ ترکیبِ نحوی کرتے وقت چند باتیں ذہن میں رکھیں:

- جس جملے کی ترکیبِ نحوی مطلوب ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس جملے کا مفہوم سمجھتے ہوں۔
- اگر کسی شعر یا شعر کے مصرعے کی ترکیبِ نحوی کرنی ہو تو پہلے اس شعر/مصرعے کو نثر میں تبدیل کریں۔
- پہلے معلوم کیجیے کہ کیا جملہ اسمیہ ہے یا فعلیہ۔ ترکیبِ نحوی کرنی ہو تو یہ ترتیب ہوگی:

جملہ اسمیہ کی مثال

حارث ذہین ہے۔

- ہے — فعل ناقص
- حارث — مبتدا
- ذہین — خبر

جملہ فعلیہ کی مثال

احمد نے خط لکھا۔

- لکھا — فعل تام
- احمد — فاعل
- خط — مفعول
- نے — علامتِ فاعل

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ اپنے روز مرّہ کے پُرلطف واقعات پر مشتمل ایک مختصر مزاحیہ مضمون تحریر کریں اور جماعت میں سنائیں۔
- پطرس بخاری کے مضمون "سویرے جو کل آنکھ میری کھلی" کے بنیادی موضوع یعنی سُستی اور کاہلی پر گروپ کی شکل میں بحث کریں۔
- سبق میں استعمال ہونے والے محاورات، ضرب الامثال اور تراکیب کی فہرست بنائیں اور ان کے متبادل مترادف تجویز کریں۔
- پطرس بخاری کا مضمون "مرحوم کی یاد میں" جماعت میں پڑھیں اور اس پر اظہارِ خیال کریں۔

اشاراتِ تدریس

- مضمون "سویرے جو کل آنکھ میری کھلی" کو بھرپور مزاحیہ انداز میں اس طرح پڑھیں کہ طلبہ کے چہروں پر خوش گوار اثرات نظر آئیں۔
- پطرس بخاری اور مشتاق احمد یوسفی کے مزاحیہ اسلوب کا موازنہ کریں۔
- طلبہ کو مضمون کے اہم اور دل چسپ اقتباسات کو کارٹون کی صورت میں ڈیزائن کرنے کی ہدایت دیں۔

www.ilmkidunya.com